زوجین میں برتری و مساوات کا اسلامی تصور

Islamic Concept of Eminence &Equality between Spouses

ڈاکٹر احمد رضا[i] ڈاکٹر سید وحید احمد[ii] رابعہ بنت سجاد احمد سعیدی[iii]

Abstract

The Concept of West about equality between husband and wife is different from the Concept of Islam. Islam considers that during judicial inquiry, woman be treated same as Man. Criteria to go to Hell or Paradise is same for Man and Woman. Education rights are same. Here we can see clearly, how Islam has honored woman more than Man. Value of Honor of Woman is higher than Man clearly in Islam. According to Islamic Teachings Woman is not equal to Man physically. Have you noticed that throughout mankind history what is ratio of Men and Women in Military Personnel? It might be, not even 99/1. Concerning care about kids; is man equal to woman? No. Here woman has superiority over Man in that ability. The biggest relief that Allah almighty has given to Wife is, that whole life, it is the Man, and not wife, who will bear the expenses of Wife and Family. Is it a small thing? No. It is not easy to do hard labor and earn money. It is very difficult in some situations. Difference in inheritance of sister and brother is not based on gender but on social burden and responsibility as is already discussed above. In General, it is Man who has physical ability to protect his kids and wife. This paper aims to give clear understanding that men & women are equal as a human being but is different in their duties.

Key words: Concept, Eminence, Equality, spouses, Duties.

موضوع کا تعارف

جدید تہذیبِ مغرب سے متاثر دور حاضر کے بظاہر روشن خیال طبقہ کا خیال ہے کہ اسلام میں عورت کے حقوق مرد کے برابر نہیں ہیں۔ عورت کو آزادی سے محروم رکھا گیا ہے اور اسے پابندیوں میں جکڑ دیا گیا ہے۔ شادی کے بعد مرد خود کو حاکم جبکہ عورت محکوم سمجھتا ہے۔ مرد برتر ہے اور اس کے مقابلہ میں عورت کمتر۔ اس سوچ کو ہمارے معاشرہ میں بڑھاوا دیا جارہا ہے۔ متعدد سماجی تنظیمیں اور ذرائع ابلاغ اس کام میں پیش پیش ہیں۔ یہ سوچ درست نہیں ہے اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے بالکل منافی ہے۔ مرد و عورت بہ حیثیت انسان انسانی حقوق میں برابر ہیں۔ اسلام نے ہر صنف کو اس کی

i اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ فکر اسلامی تاریخ و ثقافت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

ii ریسرچ انویسٹی گیٹر دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

iii ریسیرچ سکالر، کلیہ عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

استعداد کے پیش نظر کچھ ذمہ داریاں تفویض کی ہیں۔اسلامی تعلیمات کے مطابق مرد عورت پر قوام ہیں اور قوامیت سے مراد مرد کی ذمہ داری کے منصب میں عورت پر برتری ہے، فضیلت کے درجہ میں نہیں۔فضیلت کے اعتبار سے دونوں مساوی درجہ کے حامل ہیں اور یہی اسلامی عدل ہے۔زیر نظر مقالہ میں اس خیال کو رفع کرنے اور اصل حقیقت سے آگاہی کے لیے قرآن مجید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے رہنمائی حاصل کی گئی ہے اور اصلاح احوال کے لیے سفارشات پیش کی گئی ہیں۔

مرد وعورت میں مساوات کا اسلامی تصور

اسلام میں مرد وعورت کو یکساں حقوق حاصل ہیں۔اسلام کی نظر میں سماجی، معاشی، سیاسی، قانونی، اخلاقی اور معاشرتی اعتبار سے تمام انسان مساوی حیثیت کے حامل ہیں۔اسلام نے نسل انسانی کے ہر فرد کو اشرف المخلوقات میں شمار کیا ہے اور فضیلتِ آدمیت کے اعتبار سے تمام بنی آدم کو برابر مقام دیا ہے فرمان ربی ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ[1]

"اور البتہ آدم کی اولاد کو ہم نے بزرگی عطا کی۔"

متذکرہ بالاآیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ عزت واکرام کے لحاظ سے مردانہ اور زنانہ اصناف میں تخصیص نہیں ہے۔نیز سورۃ الحجرات میں انھیں ان کی جنس کے اعتبار سے الگ الگ خطاب کرکے وقار عطا کیا گیا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ[2]

"اے انسانو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں مختلف قوموں اور قبیلوں میں رکھا تاکہ ایک تم ایک دوسرے کو پہچان سکو بے شک اللہ علم والا خبر رکھنے والا ہے۔"

درج بالاآیت واشگاف الفاظ وکلمات میں بتا رہی ہے کہ رب کائنات نے مرد وعورت کی پیدائش یکساں انداز میں کی ہے اور تخلیق کے عمل میں کوئی فرق نہیں کیا گیا۔مرد وعورت کی تخلیق کے بعد انہیں مختلف قوموں اور قبیلوں میں اس لیے رکھا تاکہ وہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں یعنی شعوب وقبائل کے ذریعے وہ اپنی شناخت کرا سکیں۔شناخت کے اس عمل میں بھی مرد وعورت کے درمیان کوئی تفریق نہیں رکھی گئی۔البتہ جو خوبی اور خصوصیت تفریق وامتیاز کا باعث ہے وہ تقویٰ ہے۔جس صنف میں تقویٰ کی خوبی زیادہ ہوگی وہی صنف اللہ جل شانہ کے ہاں زیادہ پسندیدہ اور برتر ہوگی۔خاتم المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم نے بھی برتری کا معیار تقویٰ کو قرار دیا ہے اور اسے ہی اللہ کی قربت کا ذریعہ بتایا ہے۔سیدنا ابوہریرہؓ سے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے:

"جس میں پرہیزگاری زیادہ ہے وہی اللہ کے ہاں زیادہ باعزت ہے[3]۔"

ظہورِ اسلام سے قبل معاشروں میں عورت کا مرتبہ

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ اسلام کی آمد سے پہلے دنیا کے مختلف معاشروں اور تہذیبوں میں عورت کی حیثیت انتہائی ناگفتہ بہ تھی۔ عورت مذہبی، سماجی اور سیاسی لحاظ سے بہت کمزور، ناتواں اور حقیر متصور ہوتی تھی۔ یہ صرف اور صرف اسلام ہی کا طرہ افتخار ہے کہ اس نے عورت کو مذہبی، سماجی اور سیاسی عظمت عطا کی۔ اس نے عورت ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے مقدس رشتوں میں ایسی شان عطا کی جس کی مثال دنیا کا کوئی مذہب، معاشرہ اور تہذیب وتمدن دینے سے قاصر ہے۔ سطور ذیل میں ہم قبل از اسلام قدیم تہذیب وتمدن کے حامل معاشروں میں عورت کی حیثیت کا مختصر جائزہ لیتے ہیں ملاحظہ کیجیے:

1. یونانی معاشرہ میں عورت کی حیثیت

یونان جو فلسفے میں آج بھی دنیا میں مشہور ہے اس کی تاریخ میں درج ہے کہ عورت صرف مرد کی جنسی تسکین کا باعث ہے۔ عورت زہریلی چیز اور شیطان سے زیادہ ناپاک ہے۔ یونانی معاشرہ میں عورت کے متعلق یہ تاثر تھا کہ وہ حاسد، بے حیاء، عیب دار اور اخلاق باختہ ہے۔

2. رومی معاشرہ میں عورت کی حیثیت

روم قدیم تہذیب وتمدن کا مرکز رہا ہے۔ دنیا پر ایک عرصہ تک اس نے بلاشرکتِ غیرے حکومت کی ہے لیکن اس کے باوجود رومی معاشرہ میں عورت نہیت بے وقعت تھی۔ رومی معاشرہ عورت کو عذاب تصور کرتا تھا۔ شادی شدہ عورت شوہر کی باندی بن کر پوری زندگی گذارتی تھی۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے بعد بھی عورت بنیادی انسانی حقوق سے محروم تھی۔ سیاسی طور پر ووٹ کے حق سے محروم تھی اور سماجی یا حکومتی سطح پر کسی منصب کی حقدار یا اہل تصور نہ کی جاتی تھی۔

3. ایرانی معاشرہ میں عورت کی حیثیت

روم کی طرح ایران (فارس) بھی عرصہ دراز تک سپر پاور رہا۔ تاجدار کائنات علیہ التحیات والتسلیمات کی بعثت باسعادت کے وقت ایران کا دنیا پر اقتدار تھا اور اس کا ڈنکا بجتا تھا۔ لیکن افسوس کہ اس معاشرہ میں عورت نہایت کمزور اور بے وقعت تھی۔ اس معاشرہ کی اخلاقی تنزلی کا عالم یہ تھا کہ باپ اپنی بیٹی اور بھائی اپنی بہن کے ساتھ رشتہ ازدواج قائم کر لیتا تھا اور اس برے عمل پر انہیں احساس ندامت تک نہیں ہوتا تھا۔ شوہر کو یہ اختیار تھا کہ جب وہ چاہے اپنی بیوی کی زندگی ختم کر دے۔

4. ہندی معاشرہ میں عورت کی حیثیت

ہندوستان ہزاروں سال قدیم تاریخ کا حامل خطہ رہا ہے۔ یہاں مختلف ادوار میں مختلف تہذیبوں اور حکمرانوں نے حکومت کی۔ لیکن سوائے اسلامی دور حکومت کے، ہر دور میں عورت ظلم وستم اور جبر واستبداد کا شکار رہی اور آج بھی یہی صورت حال جوں کی توں برقرار ہے۔ متوفی شوہر کی نعش کے ساتھ اس کی بیوی کو زندہ جلانا، بیوہ کے سر کے بال

مونڈنا، ایک عورت کے متعدد شوہر ہونا، اور عورت کا بلیدان کیا جانا وہ دل سوز افعال ہیں جن سے انسانیت ہر لحہ شرمندہ ہوتی ہے۔

5. عیسائی معاشرہ میں عورت کی حیثیت

عیسائیوں میں رہبانیت کی تعلیم اور اس کے گہرے اثرات کی وجہ سے عیسائی معاشرہ میں صنف نازک کے ساتھ نہایت ذلت آمیز سلوک کیا گیا۔ اس سلوک کی انتہا یہ تھی کہ اسے اپنے مذہب کی مقدس کتاب کی تلاوت سے بھی روک دیا گیا چنانچہ برطانیہ کے بادشاہ Henry-8 کے دور میں پارلیمنٹ میں یہ قانون پاس کیا گیا کہ عیسائی معاشرہ سے تعلق رکھنے والی کوئی بھی خاتون بائبل نہیں پڑھ سکتی اس لیے کہ وہ پاک نہیں ہے[4]۔

6. جزیرۃ العرب میں عورت کی حیثیت

جزیرۃ العرب کی عورتوں کو زمانہ جاہلیت میں میں آزادی کے ساتھ زندہ رہنے کا حق حاصل نہ تھا۔ اس معاشرہ نے عورتوں کے وہ تمام حقوق سلب کر لیے تھے جو انہیں ملتِ ابراہیمی نے عطا کیے تھے۔ غرور و تکبر اور جہالت نے حسنِ معاشرت کو اس قدر تباہ کر دیا تھا کہ بیٹی کی پیدائش کو ذلت و نحوس قرار دیا جاتا تھا جس کی منظر کشی قرآن مجید نے اس طرح کی:

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ[5]

"اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی ولادت کی خوشخبری دی جاتی تو اس کا چہرہ کالا ہو جاتا اور اور وہ غصے میں آجاتا۔ وہ اپنا چہرہ اپنی قوم سے چھپاتا پھرتا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اسی بری خبر دی گئی ہے۔ وہ سوچتا کہ اس لڑکی کو ذلت کے ساتھ زندہ رکھے یا اسے مٹی میں دبادے، خبردار وہ بہت برا فیصلہ کرتے ہیں۔"

7. عورت کا اسلام میں مقام و مرتبہ

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ یونانی، رومی، فارسی، ہندیا ور عیسائی تہذیب و معاشرت نے بہ زعمِ خود عورت کو کمتر مخلوق سمجھ رکھا تھا۔ لیکن رحمۃ للعالمین علیہ الصلوۃ والتسلیم کی دعوت کے بعد یہ منظر بدل گیا اور دنیا کو کھول کھول کر واضح انداز میں بتادیا گیا کہ عورت کا مرتبہ کسی صورت مرد سے کم نہیں ہے۔ عورت ماں ہو تو اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے، بہن ہو تو ناموس ہے، بیٹی ہو تو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور بیوی ہو تو راحتِ دل و جاں اور مستحقِ عزت ہے۔ ان تمام رشتوں میں عورت محترم ہے اور اس کی حفاظت و کفالت مرد کے ذمہ ہے۔ اسلام نے عدل کے ساتھ مرد و عورت کو جو مساوات عطا کی ہے ذیل سطور میں اسے اختصار اور جامعیت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے ملاحظہ کیجیے:

أ. بحیثیت انسان برابری

میاں بیوی بہ حیثیت انسان برابر ہیں اس لیے کہ وہ دونوں ایک ہی جان سے پیدا کیے گئے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً[6]

"اے انسانو اپنے رب سے ڈرو کہ اس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا، پھر اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور اس جوڑے سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو (زمین پر) پھیلا دیا۔"

ب. اعمال صالحہ کے نتیجہ میں برابری

اسلام مرد اور عورت کا درجہ بہ لحاظ انسانیت برابر بیان کرتا ہے۔ انسانی زندگی کے کسی شعبہ کے متعلق یہ نہیں کہا گیا کہ مرد میں فلاں فلاں کام کرنے کی صلاحیت واہلیت تو ہے مگر عورت میں نہیں۔ مرد تو یہ کچھ بن سکتا ہے اور عورت نہیں بن سکتی۔ اسلامی تعلیمات میں جنس کی بنیاد پر دنیا اور آخرت کی کامیابی میں فرق نہیں رکھا گیا۔ چنانچہ حکم ربی ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ[7]

"مرد ہو یا عورت جس نے بھی نیک عمل کیا بشرطیکہ وہ مومن ہو تو اسے ہم ضرور خوشگوار زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجور وثواب ان کے بہترین اعمال کے مطابق عطا کریں گے۔"

قرآن مجید میں صاف صاف بتادیا گیا ہے کہ جب مردوں اور عورتوں کے اعمال نتیجہ خیز ہوں گے تو دونوں ہی دوش بدوش جنت میں داخل ہوں گے۔ فرمان ربی ہے:

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا[8]

"مرد ہو یا عورت جو بھی اچھے کام کرے گا بشرطیکہ وہ مومن ہو تو وہ باغِ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی نہ کی جائے گی۔"

ت. زوجین کے درمیان معاشرتی مساوات کا اسلامی تصور

اسلامی معاشرہ کا ہر شہری مساوی انسانی حقوق کا حق دار ہے۔ اسلامی نظامِ معاشرت زوجین کو مساوی حقوق دیتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے شوہر پر لازم ہے کہ وہ اپنی شریکۂ حیات کو معاشرتی تحفظ فراہم کرے۔ اسلامی تعلیمات زوجین کے درمیان عدل کے ساتھ حقوق کا تعین کرتی ہیں، ارشاد رب تعالیٰ ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ[9]

"بیویوں کے حقوق شوہروں پر ویسے ہی ہیں جیسے شوہروں کے بیویوں پر، معاشرتی دستور کے مطابق۔ اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ برتری ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔"

اس آیت میں قرآن مجید نے زوجین کے باہمی حقوق وفرائض کی وضاحت کر دی ہے جن کی ادائیگی نہ صرف خاندانی بلکہ معاشرتی استحکام کے لیے بھی ناگزیر ہے۔ اگر اس قرآنی تعلیم پر پوری دنیا بالعموم اور مسلمان بالخصوص عمل پیرا ہو جائیں تو گھروں، خاندانوں، ملکوں اور حکومتوں کے اکثر مسائل ہو جائیں۔

قرآن کریم نے اس آیت میں ایک عظیم الشان دفترِ حقوق و فرائض کو کیسا سمو دیا ہے کیونکہ مفہوم آیت میں عورتوں کے تمام حقوق مردوں پر اور مردوں کے تمام حقوق عورتوں پر داخل اور شامل ہیں۔ اس جملے کے آخر میں لفظ

المعروف سے پیش آنے والے جھگڑوں کا خاتمہ فرمادیا۔یعنی حقوق کی ادائیگی معروف طریقے پر کی جائے یعنی وہ طریقہ جس میں کوئی تشدد اور زیادتی نہ ہو۔اس کے بعد فرمایا گیا کہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ برتری ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس برتری میں بڑی حکمتیں ہیں جس کی طرف آیت کے آخری کلمات وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ ''رب تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کے مقابلہ میں بڑا درجہ دیا ہے اس لیے انہیں تحمل سے کام لینا چاہیے۔اگر عورتوں کی طرف سے مردوں کے حقوق میں کوئی کمی بھی ہو جائے تو اس کو برداشت کریں، صبر سے کام لیں، حسن سلوک کریں اور حقوق میں کوتاہی اور کمی نہ ہونے دیں''[10]۔

آزادی نسواں کی تاریخی حقیقت

انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ گیا اور ہدایت کیلئے انبیاء کرام کو معبوث کیا گیا۔پیغمبرانہ تعلیمات میں مرد وعورت کے حقوق متعین کیے گئے۔جہاں مردوں کو آزادی کا حق دیا گیا وہاں یہ حق عورتوں کو بھی دیا گیا مگر اس حق کی کچھ حدود و قیود بھی رکھی گئیں تاکہ حقوق میں توازن پیدا ہو سکے۔اگرچہ انسان کو آزادی کا حق حاصل ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ دوسرے انسانوں کی آزادی سلب نہ کرے کیونکہ آزادی صرف اُسی صورت برقرار رہ سکتی ہے جب اسے مجروح نہ کیا جائے۔آج آزادی نسواں کا نعرہ زبان زد عام ہے۔ہزاروں کی تعداد میں این جی اوز مرد وعورت کی مساوات کا نعرہ لے کر عورت کو حقوق دلانے کے لئے مصروف عمل ہیں۔پاکستانی معاشرہ کی جو تصویر مغربی میڈیا دکھا رہا ہے اُسے دیکھ کر لگتا ہے ملک پاکستان شاید عورت کو تحفظ اور مساویانہ حقوق دینے میں ناکام ہے، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔نیز اس سوچ کو بڑھاوا ہمارے ملک میں رہنے والے اُن لوگوں نے دیا جو اس ملک میں رہتے ہوئے بیرونی طاقتوں کے آلہ کار ہیں۔اب چاہے وہ ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اس سوچ کو ہوا دے رہے ہوں یا عورت کی آزادی کے نام پر بننے والی تنظیموں کے ذریعہ۔لیکن سچ یہ ہے کہ حقوق نسواں کا جو تصور اسلام نے دیا ہے اسکی نظیر آج عورت کے حقوق کے علمبردار مغرب کی تاریخ میں دور دور تک نہیں ملتی۔

آزادی نسواں کا نعرہ کیسے بلند ہوا اور اس نے کیسے ارتقائی منازل طے کیں یہ جاننے کے لیے تاریخ پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔آزادی نسواں (FEMINISM) کی اصطلاح کا باقاعدہ استعمال اٹھارویں صدی عیسوی میں ہوا جب یورپ کے چند اہل علم نے فرد کے حقوق کے لئے آواز بلند کی اور شخصی آزادی کا نعرہ لگایا۔جس کی تعریف یہ کی گئی ہے: مرد وعورت کی معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی مساوات کا یقین ہی آزادئ نسواں ہے[11]۔

ان دانشوروں نے ظلم واستحصال پر مبنی نظام کو توڑ کر ایک نیا نظام بنانے کیلئے جدید نظریات پیش کئے جس کے نتیجے میں انقلاب فرانس رونما ہوا۔عورت کو معاشرتی حقوق دیئے گئے۔عورت کی آزادی کا نعرہ خواتین نے نہیں بلکہ مردوں نے لگایا جو اس بات کا غماض ہے کہ اُس دور میں مرد بھی بنیادی انسانی حقوق سے محروم تھے۔انقلاب فرانس کے بعد عورت کو

مکمل تو نہیں مگر جزوی حقوق حاصل ہو گئے۔ پھر جب صنعتوں اور کارخانوں میں مردوں کی کمی کے باعث عورت کو ملازمت کے لئے باہر نکلنا پڑا تو وہ ایک نئی دنیا سے متعارف ہوئی جس نے اُسے باقاعدہ اپنے حقوق کی جنگ کے لئے آمادہ کیا۔ یہاں سے حقوقِ نسواں کی تحریک کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ ایسے میں سب سے پہلے جس خاتون نے اپنی کتاب میں عورتوں کے حقوق کے لئے آواز بلند کی اُسکا نام میری وولسٹن کرافٹ تھا جس کا ذکر انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں یوں کیا گیا ہے:

craft's vindication The first Feminist manifesto was Mary Wollaston of the rights of women.[12]

حقوق نسواں کی تحریک کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا دور وہ ہے جسے حقوق نسواں کی تحریک کا ابتدائی دور جو انقلاب فرانس کے بعد شروع ہوا۔ دوسرا دور 1890ء تا 1925ء کا ہے جسے movementsuffrage کا دور کہا جاتا ہے۔ جبکہ تیسرا دور تحریک نسواں کا دورِ جدید کہلاتا ہے جو بیسویں صدی کے آخر میں شروع ہوا اور تاحال جاری ہے۔ تیسرے دور میں جو کہ عصر حاضر کو محیط ہے حقوق نسواں کی تحریک کو آزادی نسواں کی تحریک میں بدل دیا گیا۔ اسکا منشور مردوں کے برابر حقوق کی بجائے مردوں سے اظہار نفرت تک جا پہنچا۔ ان کانفرنسوں میں سب سے اہم بیجنگ پلس فائیو کانفرنس تھی جو نیویارک میں 5تا9جون 2000ء میں منعقد کی گئی۔ اس کانفرنس نے عورت کے حقوق کی جنگ کو مادر پدر آزادی میں تبدیل کرنے کا روڈمیپ دیا۔ کانفرنس کے اختتام پر درج ذیل سفارشات منظر عام پر آئیں ملاحظہ کیجیے:

- خاتون خانہ کو گھریلو ذمہ داریوں اور تولیدی خدمات پر باقاعدہ معاوضہ دیا جائے۔
- ازدواجی عصمت دری پر قانون سازی اور فیملی کورٹس کے ذریعے مردوں کو سزا دلوائی جائے۔
- ممبر ممالک میں جنسی تعلیم پر زور دیا جائے۔
- عورت کو اسقاط حمل یعنی حمل گرانے کا حق دیا جائے[13]۔

تاریخ شاہد ہے کہ ازمنہ سابقہ کے مغربی معاشرہ میں جس طرح عورتوں کے ساتھ برتاؤ کیا گیا اس تناظر میں عورت کی حقوق کی جنگ نہ صرف جائز بلکہ اس کا بنیادی حق تھا کہ اسے معاشرتی، معاشی، سماجی اور سیاسی حقوق حاصل ہوتے۔ مگر درج بالا سفارشات میں عورت کو عائلی نظام سے ہی نکالنے کی کوشش کی گئی۔ پھر مسلمان عورت جو پہلے ہی مغربی عورت کے مقابلے میں اسلام کے دیئے گئے حقوق سے فیضیاب ہو رہی تھی وہ بھی آزادی نسواں کے اس منشور کا حصہ بن گئی۔ اگر ہم معاشرہ کا جائزہ لیں مرد و زن کی مساوات کے حوالہ سے دو مکاتبِ فکر نظر آتے ہیں۔ ایک مکتب عورت کو اُن بنیادی انسانی حقوق کی فراہمی کی تائید تو کرتا ہے جو اسلام نے اسے دیئے ہیں، مگر وہ عورت کے کسب معاش کی مخالفت بھی کرتا ہے۔ جبکہ دوسرا مکتب عورت کو مادر پدر آزاد کر دینا چاہتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس معاملہ میں اعتدال کی راہ اختیار کی جائے۔

اسلام کا تصور قوامیت

انسان ہونے کے لحاظ سے مرد و عورت برابر اور ہم درجہ ہیں لیکن ان کے فرائض و ظائف جدا جدا ہیں۔ مرد کو گھریلو معاملات میں منتظم، کفیل، محافظ، نگہبان اور نگران ہے۔ وہ اپنی بیوی بچوں کے لیے یہ سارے فرائض و وظائف اس لیے انجام دیتا ہے کہ اللہ جل شانہ نے اس پر یہ عظیم ذمہ داری عائد کی ہے۔ چنانچہ وہ محنت و مشقت اور حلال کسب معاش کر کے جب ان پر خرچ کرتا ہے تو اسے اپنے اہل و عیال کی نگہبانی و محافظت کے لیے کچھ اختیارات بھی حاصل ہوتے ہیں جو اسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے عطا کیے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ[14]

"مرد عورتوں پر نگہبان ہیں بایں وجہ کہ اللہ (جل جلالہ) نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنے اموال ان پر خرچ کرتے ہیں۔"

علامہ ابن منظور افریقی لفظِ قوام کی تحقیق یہ بیان کرتے ہیں:

"قوام وہ مرد ہوتا ہے جو عورت کی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے اور اس کا نان نفقہ اٹھاتا ہے[15]۔"

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

"کسی چیز کے قیام اور اس کی محافظت کو قوام کہتے ہیں[16]۔"

امام رازی قوام کی تفسیر یہ کرتے ہیں:

هذا قيم المراة و قوامها للذى يقوم بامرها و يهتم بحفظها[17]

"یہ عورت کا منتظم اور محافظ ہے۔ یہ اس کے معاملات کی نگرانی اور اس کی ناموس کی حفاظت کا اہتمام کرتا ہے۔"

علمائے اسلام کی درج بالا تصریحات کے مطابق قوام کا معنی محافظ، منتظم اور کفیل ہے۔ اور ہماری تحقیق کے مطابق تمام بیان شدہ معانی کا جامع لفظ اردو زبان میں نگہبان ہے، اس لیے ہم نے قوام کا معنی نگہبان کیا ہے۔ نگہبانی کا فریضہ نہایت اہم ہے۔ نگہبان دراصل محافظ ہوتا ہے جو اپنے دائرہ حفاظت میں آنے والے افراد کا ہر طرح سے ذمہ دار ہوتا ہے۔ ان کی خوراک، رہائش اور دیگر سہولیات زندگی کی فراہمی کے ساتھ ساتھ ان کی حفاظت یقینی بنانا اس کی اہم ترین ذمہ داری میں شامل ہوتا ہے۔ مرد، عورت کو اپنی ذمہ داری و نگہبانی میں لیکر اس کی تادمِ زیست ناموس کی تحفظ کا بار اپنے کندھوں پر اٹھالیتا ہے۔ امام الانبیا علیہ الصلوۃ والسلام نے اس ذمہ داری کی اہمیت کو اپنے فرمان ذیشان میں اس طرح واضح فرمایا ہے:

الرجل راع علىٰ اهله وهو مسئول[18]

"ہر شخص اپنے اہل و عیال کا محافظ و نگران ہے اور اس کے متعلق جواب دہ بھی۔"

عورت کو اس کے شرعی و انسانی حقوق نہ دینا ظلم و جور اور فساد و شقاوت تھی جس کو اسلام نے مٹایا ہے۔ تاہم عورت کو کھلے مہار چھوڑ دینا، اسے مردوں کی نگرانی سے آزاد کر دینا اور اسے اپنے معاش کا ذمہ دار بنانا بھی اس کی حق تلفی ہے جسے اسلام پسند نہیں کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ عورت اسلام میں نہایت باعزت مرتبہ کی حامل ہے۔ اس کی کفالت اور

حفاظت مرد کے ذمہ ہے۔ جبکہ شوہر کی خدمت، گھریلو کاموں کی ذمہ داری اور اولاد کی تربیت کا عظیم الشان کام جو فطرتاً اس کے سپرد ہے وہی اس کا سماجی فریضہ ہے اور اس کی شان کے لائق ہے۔ اسے دنیا کے عام مشاغل میں الجھانا اور معاش کا بار بھی اس کے کندھوں پر رکھ دینا اسلامی نظامِ عدل کے خلاف ہے۔

شوہر کی بیوی کے ساتھ حسن معاشرت کی اسلامی تعلیمات

رشتہ ازدواج میں ایک اہم چیز حسن معاشرت ہے اگر زوجین کے درمیان مضبوط تعلق، لازوال محبت، احساس ذمہ داری اور عملی اقدام موجود ہوں تو ان کا گھر آباد و شاد رہتا ہے۔ اللہ جل شانہ نے مسلمان مردوں کو اپنی بیویوں کے ساتھ حسنِ معاشرت کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ[19]

"اور بیویوں سے معروف طریقہ کے مطابق اچھی معاشرت قائم رکھو۔"

حسن معاشرت میں مہر کی خوش دلی کے ساتھ ادائیگی اور دیگر ضروریاتِ زندگی کی فراہمی بھی شامل ہے، چنانچہ فرمان ربی ہے:

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً[20]

"اور خواتین کو ان کے مہر خوشی خوشی ادا کرو۔"

خوراک، لباس اور دیگر ضروریات کی تکمیل کے متعلق فرمان ربی ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ[21]

"اور جس کا بچہ ہے پر اس کی بیویوں کی خوراک اور لباس دستور کے مطابق ادا کرنا واجب ہے۔"

عورت کو مالی طور پر مستحکم رکھنے کے لیے اسے شوہر کی میراث میں حقدار بنایا گیا ہے۔ شوہر کی زندگی میں وہ اس کی الفت و محافظت میں زندگی بسر کرتی ہے چنانچہ وہ مالی طور پر فکر مند نہیں ہوتی۔ شوہر کی وفات کے بعد عام طور پر وہ اولاد یا قرابتداروں کے سہارے زندگی گزارتی ہے اور ہمارے معاشرہ میں اکثر اسی چیز کا رواج ہے چنانچہ وہ مالی طور پر غیر مستحکم ہوتی ہے اور دوسروں کے دستِ نگر بھی۔ خالقِ کائنات نے بیوہ کو اس کے متوفی شوہر کے مال و جائیداد کا دو صورتوں میں وارث بنا کر اس کی مالی مشکلات کو کافی حد تک کم کر دیا ہے اور اسے باعزت زندگی گزارنے کا وسیلہ عطا کیا ہے۔ فرمان ربی ہے:

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ[22]

"اور تمہاری بیویوں کیلئے چوتھائی حصہ ہے تمہارے ترکہ سے اگر تمہارے بچے نہ ہوں۔ اگر تمہارے بچے ہوں تو ان کا آٹھواں حصہ ہے تمہارے ترکہ میں سے۔"

رحمۃ اللعالمین علیہ السلوۃ والتسلیم نے خطبۂ حجۃ الوداع میں عورتوں کی بابت مردوں کو جامع نصیحت فرمائی اور ان کے انسانی حقوق بیان فرمائے جو عالم انسانیت کے لیے بہترین رہنما اصول کا درجہ رکھتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا فرمان ہے:

"میں تمہیں عورتوں کی بابت بھلائی و خیر کی نصیحت کرتا ہوں۔ بلاشبہ وہ تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ تم ان کے بارے صرف یہ اختیار رکھتے ہو کہ اگر وہ کوئی برا کام کریں تو تم ان سے بستر الگ کر لو اور انہیں ہلکی مار دو۔ اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کر لیں تو ان پر زیادتی نہ کرو۔ بے شک تمہارا تمہاری بیویوں پر حق ہے اور ان کا تم پر۔ ان پر لازم ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو تمھارے بستر اور گھر میں داخل نہ ہونے دیں جسے تم پسند نہیں کرتے۔ غور سے سنو ان کا تم پر حق ہے کہ ان کی خوراک اور لباس کے معاملہ میں تم ان سے حسن سلوک کرو[23]۔"

امام ابو بکر جصاص کے بقول:

"سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے حق تعالیٰ جل شانہ کی منشاء کے مطابق مردوں اور عورتوں کے فرائض و حقوق اور انکی ازدواجی زندگی کے سلسلہ میں مثالی و قابل عمل ہدایات جاری فرمائیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے مردوں کو حکم فرمایا کہ خواتین کے معاملے میں اللہ جل شانہ سے ڈرتے رہا کرو کیونکہ اللہ جل شانہ کی ضمانت پر تم نے انہیں اپنے نکاح میں لیا ہے[24]۔"

بیوی کی شوہر کے ساتھ حسن معاشرت کا اسلامی تعلیمات

قرآن و سنت میں جہاں خواتین سے اچھے سلوک کا حکم موجود ہے وہیں عورتوں کو مردوں کے ساتھ اچھی معاشرت اور ان کی فرمانبرداری کی بھی تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھی خواتین وہی ہیں جو اپنے شوہروں کی اطاعت گزار ہوں۔ فرمان ربی ہے:

فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ[25]

"جو عورتیں نیک ہیں وہ شوہروں کی اطاعت گزار ہیں۔"

اچھی بیوی کن کن خوبیوں کی حامل ہو اس کی بابت آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

"اللہ کے تقوی کے بعد مومن جس چیز سے فائدہ حاصل کرتا ہے اس میں سب سے بہتر وہ نیک بیوی ہے کہ جب تم اسے دیکھو تو وہ تمھیں خوش کر دے، جب کوئی کام کہو تو تعمیل کرے اور تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے مال اور اپنی ذات کا تحفظ کرے[26]۔"

اسلامی تعلیمات کے مطابق بیوی اپنے شوہر کی عدم موجودگی میں اپنی آبرو، گھر، بچوں اور مال کی حفاظت کی ذمہ دار ہے۔ فرمان ربی ہے:

حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ[27]

"شوہر کی عدم موجودگی میں حفاظت کرنے والی عورتیں، اللہ کے ذمہ حفاظت سے۔"

آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا:

"چار چیزیں جسے عطا ہو گئیں اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا ہو گئی۔ شکر کرنے ولا دل، اللہ کو یاد کرنے والی زبان اور مصیبت پر صبر کرنے والا بدن اور بیوی کی آبرو اور اپنے مال کے ضیاع کا خوف نہ ہو[28]۔"

شوہر کی عدم موجودگی میں عورت اپنی ذات، بچوں، گھر اور مال واسباب کی محافظ ہوتی ہے۔ بچوں کی اچھی پرورش و تربیت، رشتہ داروں وہمسایوں سے حسن سلوک اور خاندان کا وقار اسی کے ذمہ ہوتا ہے اور اسی پر ہی خاندان کی ترتیب و تنظیم کا دار و مدار ہوتا ہے۔ اگر وہ ان امور کی انجام دہی سے غافل یا دست بردار ہو جائے تو خاندان تباہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ وباء پھیلنے لگے تو پورا معاشرہ ہی ہلاک ہو جاتا ہے۔

خواتین کے معاشرتی تحفظ کی تعلیمات

معاشرتی تحفظ سے مراد بیوی کو معاشرتی خرابیوں سے محفوظ رکھنا اور بچانا ہے۔ مردوں پر فرض ہے کہ عورتوں کے نگہبان کی حیثیت سے انہیں معاشرے میں رہنے کے آداب سکھائیں اور انہیں معاشرے کی برائیوں سے محفوظ رکھیں۔ فرمان ربی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ[29]

اے نبی صلی اللہ علیک وسلم اپنی ازواج سے اور صاحبزادیوں سے اور مسلمان عورتوں سے فرما دیجیے کہ جب گھروں سے باہر جائیں تو اپنے اوپر حجاب لے لیا کریں۔"

اسلام نے عورت کے تحفظ اور عزت کو قائم رکھنے کے لیے پردہ لازمی قرار دیا ہے تاکہ اس کے ذریعے عورتیں محفوظ رہیں اور معاشرتی بے راہ روی کا شکار بھی نہ ہوں۔ فرمان ربی ہے:

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا[30]

"اے نبی صلی اللہ علیک وسلم مسلمان عورتوں سے فرما دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو خود ہی ظاہر ہے۔"

زوجین کے مابین معاشی مساوات کا اسلامی تعلیمات

اسلامی معاشرہ میں زوجین کو یکساں معاشی حقوق حاصل ہیں۔ ملکیت، کسبِ معاش اور جائیداد کے حقوق یکساں ہیں۔ لیکن دائرہ کار میں فرق ہے۔ مرد کی حیثیت قوام کی ہے اور اس پر کمانے کی ذمہ داری عائد ہے۔ اور بیوی پر فرض ہے کہ مرد کی اطاعت کرے کیونکہ وہ اس کی معاشی ضرورتوں کا کفیل ہے۔ بیوی کا نان ونفقہ یعنی روزمرہ خرچ اور دیگر ضروریات کی فراہمی شوہر پر فرض ہے لیکن خاتون خانہ پر لازم ہے کہ وہ اپنے مطالبات کو شوہر کی مالی حیثیت کے مطابق ہی رکھے اور حد سے تجاوز نہ کرے۔ شوہر کی مالی حیثیت کے مطابق ہی عورت کا لباس، زیور اور سامانِ زیبائش ہونا چاہیے۔ اگر عورت کی ذاتی ملکیت میں زیور ہو تو اس کی زکوٰۃ شوہر پر واجب نہیں ہوتی، تاہم شوہر کو چاہیے کہ اپنی مالی طاقت کے مطابق کچھ رقم زکوٰۃ

کی ادائیگی کے لیے بیوی کو دے تاکہ اسے آسانی ہو جائے۔ اگر شوہر رقم نہ دے سکے تو بیوی کو چاہیے کہ اپنا کچھ زیور بیچ کر زکوۃ ادا کرے۔ چناچہ شوہر نہ تو بخیل بن کر دولت کی گردش کو روکے اور نہ فضول خرچ بن کر اپنی معاشی طاقت ضائع کرے جس کی بابت فرمان ربی ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا[31]

"اور تو اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ ہی اسے بالکل کھول دے کہ بعد میں افسوس اور حسرت سے بیٹھنا پڑے)۔"

خانگی امور میں مساوات کا اسلامی تعلیمات

خانگی امور کی انجام دہی میں اگرچہ دائرہ کار کا فرق ہے لیکن حیثیت میں زوجین مساوی ہیں۔ چونکہ شوہر اپنی بیوی اور بچوں کا نگہبان، کفیل اور محافظ ہے اس لیے اس پر یہ ساری ذمہ داری ہے۔ لیکن اگر وہ کسی وجہ سے گھر پر موجود نہیں ہے تو اس صورت میں اس کی بیوی اپنی، اپنے بچوں اور گھر کی نگہبان و محافظ ہو گی۔ خرچ کی ذمہ داری مرد پر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے مرد کسب معاش کے لیے یکسو ہوتا ہے جبکہ عورت حمل اور ولادت کے کٹھن مراحل سے گزرنے کے بعد بھی بچوں کی پرورش میں مصروف رہتی ہے۔ علاوہ ازیں امور خانہ داری کی ذمہ داری بھی اس پر ہے اور ان ذمہ داریوں کی وجہ سے کسب معاش کے لیے وہ فارغ نہیں ہو پاتی۔ لہذا دونوں پر خانگی امور میں الگ الگ ذمہ داریاں ہیں جن میں مساوات کا پہلو بالکل واضح ہے۔

اولاد کی تربیت وپرورش میں مساوات کا اسلامی تعلیمات

اولاد کی پرورش وتربیت کی ذمہ داری زوجین پر یکساں عائد ہوتی ہے۔ عورت پر بچے کی ولادت کی ہی نہیں بلکہ رِحم میں استقرار نطفہ کے وقت سے اس کی پرورش کی ذمہ داری انجام دیتی ہے۔ فرمان ربی ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ[32]

"اور ہم نے تاکید کی انسان کو اس کے والدین کے حق میں۔ اسے اس کی ماں نے تکلیف پر تکلیف برداشت کر کے اپنے پیٹ میں اٹھایا۔ دو برس کی عمر میں اس کا دودھ چھڑانا ہے۔ اسے تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر گذار رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی۔ تم سب کو میری طرف لوٹنا ہے۔"

زوجین کے درمیان قانونی مساوات کا اسلامی تعلیمات

اسلام نے مرد و عورت کو چاہے وہ زوجین کے رشتہ میں منسلک ہوں یا نہ ہوں تمام صورتوں میں مساوی قانونی حقوق دیے ہیں۔ فرمان ربی ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا[33]

"اور کسی مومن اور مومنہ کے لیے یہ جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ صادر کر دیں تو ان کے لیے اپنے اس کام میں اختیار ہو۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو یقیناً وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔"

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی نے لکھا ہے:

ليس لمومن ولامومنة ان يكون له اختيارعندحكم الله ورسوله فماامرالله هوالمتبع ومامارادالنبى هو الحق ومن خالفهمافى شيء فقدضل ضلالا مبينا[34]

"کسی مومن اور مومنہ کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے سامنے کوئی اختیار نہیں ہے۔ سو اللہ کا حکم قابل اتباع ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا ارادہ حق ہے۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی مخالفت کی وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔"

رب کریم اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے عطا کردہ قانون کی رو سے فرمانبرداری اور نافرمانی کی دونوں صورتوں میں مرد و عورت کی حیثیت کو واشگاف الفاظ میں واضح کر دیا گیا ہے۔ یعنی مرد و عورت حکم الٰہی اور حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے یکساں پابند ہیں تاہم بعض فرائض ایسے ہیں جنھیں صرف عورت ہی انجام دے سکتی ہے اور بعض کو صرف مرد۔ مگر قانون کی نظر میں دونوں کا درجہ برابر ہے۔

خلاصہ

اسلام نے عورت کو جو مقام و مرتبہ عطا کیا ہے وہ بے مثل و بے مثال ہے۔ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد عورت کو اسلام نے دینی، معاشرتی، اخلاقی، معاشی اور قانونی مساوات عطا کی ہے۔ مرد کی عورت پر برتری بہ حیثیت نگہبان و نگران کی ہے۔ جس کا مقصد عورت کی ناموس اور اس کے انسانی حقوق کا تحفظ ہے۔ اور یہی اسلام کا عدل ہے۔ اکیسویں صدی کی آزادئ نسواں کی تحریک کے مقاصد عورت کی آزادی نہیں بلکہ اس کے فطری حقوق کی پامالی ہے۔ وہ فطری حقوق جو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرستادہ انبیائے کرام نے عورت کو عطا کیے تھے جن میں عورت کی ناموس کی حفاظت، اس کی معاشی کفالت، ورثاء سے حاصل ہونے والی وراثت اور بحیثیت عورت اس کا احترام شامل تھے، جنھیں اسلام میں نہ صرف برقرار رکھا گیا بلکہ ان حقوق میں بذریعہ قرآن و سنت مزید اضافہ بھی کیا گیا۔ بحیثیت مسلمان قوم آج ہمارا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ آج کی ماڈرن مسلمان عورت مغرب کے جال میں پھنستی جا رہی ہے اور انہی کا راگ الاپنے میں لگی ہوئی ہے۔ اسے یہ شعور ہی نہیں کہ اس کے دین نے اسے کتنے عظیم حقوق عطا کیے ہیں اور اسے کتنا احترام دیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ماڈرن مسلم خواتین ٹھنڈے دل اور بیدار مغز کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو پڑھیں تاکہ ان کا ذہن کشادہ ہو اور انہیں اسلام میں عورت کی عظمت کا صحیح علم حاصل ہو۔

نتائج و سفارشات

اہل مغرب کا مسلمان عورت کی بابت یہ تاثر پیدا کرنا کہ وہ محکوم ہے، سراسر غلط ہے۔ مرد وعورت کو اسلامی معاشرہ میں مساوی حیثیت حاصل ہے۔ مرد کی حیثیت قوام یعنی نگہبان، نگران اور محافظ کی ہے لہذا عورت، مرد کی اس حیثیت کو تسلیم کرے۔ مرد مالی لحاظ سے بیوی کی ضروریات کی تکمیل کا پابند ہے۔ بیوی کو چاہیے کہ وہ شوہر کی اطاعت کرے اور اپنے مطالبات میں شوہر کی مالی حیثیت کا خیال رکھے۔ مرد کو چاہیے کہ وہ بیوی کے ساتھ کھانے، پینے، لباس، رہائش اور ہر معاملے میں مساوی سلوک کرے۔ خاوند پر لازم ہے کہ وہ بیوی کی عفت و عصمت کا تحفظ کرے۔ اس کے معاشرتی وقار کو بلند رکھے اور اسے ہر برائی سے محفوظ رکھے۔ اسلام میں ملکیت، کسب معاش اور جائیداد کے یکساں حقوق مرد وعورت کو حاصل ہیں۔ لیکن مرد وعورت کے دائرہ عمل میں فرق ہے۔ خانگی امور میں زوجین مساوی حیثیت کے مالک ہیں۔ میاں بیوی دونوں پر ہی اولاد کی نگہداشت اور اچھی تعلیم وتربیت لازم ہے۔ دونوں کو اپنی اولاد کی پرورش اور تعلیم وتربیت میں کسی قسم کی لاپرواہی اور کوتاہی سے بچنا چاہیے۔ قانون کی نظر میں مرد وعورت کا درجہ برابر ہے اور انہیں انصاف فراہم کرنا مملکت کی ذمہ داری ہے۔ وہ یہ ذمہ داری پوری کرے۔

حواشی وحوالہ جات

1 سورۃ الاسراء17: 70

2 سورۃ الحجرات49: 13

3 امام بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، حدیث(1688) دار طوق النجاۃ، بیروت، 1422ھ

4 ڈاکٹر علی جمعہ، المرأۃ بین انصاف الاسلام وشبہات الآخر:20، دار العلم، قاہرہ، 1435ھ

5 سورۃ النحل16: 58-59

6 سورۃ النساء4: 1

7 سورۃ النحل 16: 97

8 سورۃ النساء4: 124

9 سورۃ البقرۃ2: 228

10 قرطبی، ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر، الجامع لاحکام القرآن2: 347، دار احیاء التراث، بیروت، 1399ھ

11 https://www.britannica.com/topic/feminism/retrieved on 17/01/2019

12 Encyclopedia of Britannica, (1768) V:30,Page, 912

13 http://magazine.mohaddis.com/shumara/291-july2000/3518-banjeng-plas-five-5-qanfrans/retrived on 17/01/2019

14 سورۃ النساء4: 34

15 ابن منظور افریقی، جمال الدین مکرم، لسان العرب، مادہ ق-و-م، دار الفکر بیروت، 1401ھ

16 اصفہانی، حسین بن محمد الراغب، المفردات فی القرآن، مادہ ق-و-م، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1411ھ

17 رازی، فخر الدین بن ضیاء الدین، مفاتیح الغیب2: 277، دار الفکر بیروت، 1401ھ

18 صحیح البخاری، کتاب الاستقراض، باب العبد راع فی مال سیدہ ولا یعمل الا بازنہ، حدیث(2408)

19 سورۃ النساء4: 19

20 سورۃ النساء4: 4

21 سورۃ البقرۃ2: 233

22 سورۃ النساء4: 12

23۔ ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب ا لنکاح، باب حق المرأۃ علی زوجہا، حدیث(1851) مصطفی البابی الحلبی، بیروت، 1422ھ

24 امام جصاص، ابو بکر احمد بن علی، احکام القرآن 1: 375، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1401ھ

25 سورۃ النساء4: 34

26 سنن ابن ماجہ، کتاب ا لنکاح، باب افضل النسأ، حدیث(1857)

27 سورۃ النساء4: 34

28 امام ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، کتاب ا لنکاح، باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا حتی مات، حدیث(2116) مطبع وسن اشاعت نامعلوم

29 سورۃ الاحزاب 33: 59

30 سورۃ النور 24: 31

31 سورۃ الاسراء 17: 29

32 سورہ لقمان31: 14

33 سورۃ الاحزاب33: 36

34 تفسیر مفاتیح الغیب13: 212